پیر سیّد حسام الدین راشدی کا غیر معروف مطبوعہ ذخیرۂ کتب

ڈاکٹر غلام محمد لاکھو

میں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ پیر سیّد حسام الدین راشدی مرحوم کی لکھی ہوئی اور مرتب کردہ کتابوں کے مطالعہ میں گزارا ہے۔ مجھے ان کی ایک کتاب کے ترجمہ اور دو کتابوں کی ترتیب کا موقع بھی ملا۔ آج سے نو سال پہلے میں نے رسالہ *مہران* (نمبر۲، سال ۱۹۹۷ء) میں ایک مختصر سے مضمون میں لکھا تھا کہ پیر صاحب کی شائع شدہ کتب کی تعداد ۴۵ ہے[1]۔ بعد میں ان کی اُردو کتاب *مقالاتِ راشدی* ۲۰۰۲ء میں شائع ہوئی۔ اس طرح سندھ کے اس باوقار عالم کی شائع شدہ کتب کی تعداد ۴۶ تک پہنچ گئی۔ اس مضمون میں ہم ایسی کتب کا سروے کریں گے جو مجھ سمیت کسی بھی لکھاری نے شمار نہیں کیں۔ راشدی صاحب ایسی کتب کے ساتھی ایڈیٹر، حاشیہ نگار اور مشترکہ مرتب کے طور پر قارئین کے سامنے آتے ہیں۔ اس طرح راشدی صاحب کے گہرے مطالعے، ذوق اور جستجو کے وسیع میدانوں کی آگاہی ملتی ہے۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سندھ کے یہ لائق سپوت صرف تاریخ دان ہی نہیں تھے، وہ ماہر لسانیات، علم السندھ کے محقق، برصغیر کے اتہاس پر عبور رکھنے والے اسکالر اور دنیا کی تاریخ کے ایک مستند عالم بھی تھے۔ راشدی صاحب ایک پہلو دار شخصیت کے مالک اور ایشیا کے منجھے ہوئے اسکالر تھے۔ امید ہے کہ یہ مختصر مضمون، ہمارے اس لائق فائق محقق اور ادیب کے بارے میں مطالعہ میں مزید مددگار ثابت ہوگا۔ اس وقت مجھے صرف آٹھ کتب کے بارے میں معلومات ملی ہیں، جن کو ہم ''مطالعہ راشدی'' میں کم جگہ دیتے آرہے ہیں۔ یہاں ایسی کتب کا مختصر مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ بنیادی اُردو

بنیادی اُردو کے نام سے ایک مختصر لغت ہے۔ یہ لغت اُردو زبان کے مشہور عالم ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صاحب نے کچھ دوستوں کی مدد سے مرتب کی تھی۔ اصل کتاب اُردو زبان میں لکھی گئی اور شائع ہوئی لیکن اس وقت مجھے یہ معلوم نہیں کہ اصل کتاب کب شائع ہوئی۔ بعد میں یہ فیصلہ ہوا کہ اس چھوٹی سی کتاب کو، پاکستان کی مقامی زبانوں کے علاوہ فارسی، عربی اور ترکی زبان مین بھی ترجمہ کر کے شائع کیا جائے۔ اس منصوبہ کے تحت اُردو سے متعلق اس بنیادی کتاب کا سب سے پہلے سندھی ترجمہ شائع ہوا۔ سندھی ترجمہ کا کام جمال رند مرحوم نے کیا۔ کام کی نگرانی سیّد حسام الدین راشدی نے کی، جو اس وقت مرکزی اُردو بورڈ لاہور کے ایڈیٹر بھی تھے۔ اعجاز محمد صدیقی منیجر، سندھ یونیورسٹی پریس نے اپنی نگرانی میں یہ کتاب شائع کی جو کراؤن سائز میں چھپی۔ ۱۹۱ صفحات پر مشتمل یہ کتاب مرکزی اُردو بورڈ لاہور نے پہلی مرتبہ ۱۹۶۸ء میں شائع کی۔ پیش لفظ کے علاوہ کتاب کے آخر میں ''اُردو زبان'' عنوان سے ایک مضمون بھی دیا گیا ہے جس میں مختصراً اس زبان کی اصلیت، ادبی ذخیرے اور گرامر پر روشنی

پڑتی ہے۔ راشدی صاحب نے اُردو اور سندھی زبانوں کے عالم کی حیثیت سے اس پورے کام کی نگرانی کی۔

۲۔ توزکِ جہانگیری

عظیم مغل شہنشاہ جہانگیر (وفات ۱۶۲۷ء) کی خود نوشت سوانحِ عمری، علمی دنیا میں توزکِ جہانگیری کے نام سے مشہور ہے۔ توزکِ جہانگیری اصل میں فارسی میں لکھی ہوئی ہے، جسے بہت عرصہ پہلے سر سیّد احمد خان نے شائع کیا تھا۔ بعد میں اس کا انگریزی ترجمہ چھپا۔ اس کے علاوہ اس تاریخی کتاب کے دو اُردو ترجمے بھی شائع ہو چکے تھے[۲]۔ لیکن علمی دنیا کو ایک اور معیاری اُردو ترجمے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ نئے اُردو ترجمے کے پسِ منظر کے بارے میں سیّد حسام الدین راشدی لکھتے ہیں کہ:

> ''میرے محترم بزرگ جناب سیّد امتیاز علی تاج نے، جن کی ذاتی دلچسپی اور شغف کی وجہ سے مجلسِ ترقی ادب لاہور نے، لاتعداد علمی اور ادبی تحفے اہلِ دانش کی جھولی میں ڈال رکھے ہیں تقریباً تین برس ہوئے مجھ سے فرمائش کی کہ توزک کا ترجمہ از سرِ نو یا تو میں خود کر کے دوں یا اپنی نگرانی میں کسی اور اہلِ علم سے کرا کے ادارے کے حوالے کر دوں۔ سیّد صاحب کا یہ محض کرم تھا کہ انہوں نے مجھے اس قابل سمجھا اور مجھ پر اعتبار کر کے یہ کام میرے سپرد کیا''[۳]۔

اس پس منظر میں راشدی صاحب نے توزکِ جہانگیری کے نئے اُردو ترجمہ کے لئے، مولانا اعجاز الحق قدوسی صاحب کو منتخب کیا۔ ابتداء میں ذاتی طور پر انہوں نے اس کام کی نگرانی کی لیکن بعد میں اس نیک کام کے لئے پروفیسر عبدالمجید صدیقی صاحب کو بھی پابند کر دیا۔

اگرچہ بنیادی طور پر اس اہم تاریخی کتاب کے ترجمے اور حواشی کو مولانا قدوسی اور پروفیسر صدیقی نے مکمل کیا لیکن اس کے باوجود بھی ترجمے، حواشی اور متن پر نظرِ ثانی راشدی صاحب ہی نے کی اور تین سال کے عرصے میں یہ کام مکمل ہوا۔ اس طرح توزکِ جہانگیری کا ایک نیا اُردو ترجمہ علمی دنیا کے سامنے آ گیا۔ یہ ترجمہ بھی دو حصوں میں شائع ہوا۔ پہلی جلد میں بارہ سال کا احوال اور دوسرے حصہ میں دس سال کا احوال دیا گیا ہے۔ جلد اول ۱۹۶۸ء، اور جلد دوم ۱۹۷۰ء میں مجلسِ ترقی ادب لاہور کی طرف سے چھپ کر منظرِ عام پر آئی۔

۳۔ معاشرتی علوم (آٹھویں کلاس)

یہ ایک نصابی کتاب ہے جو آٹھویں کلاس کے لئے لکھی گئی۔ اس میں تاریخ، جغرافیہ اور شہریت آ جاتے ہیں۔ کراؤن سائز کے ۲۲۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۱۹۶۹ء میں ویسٹ پاکستان ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور کی طرف سے شائع ہوئی[۴]۔

۴۔ معاشرتی علوم (کلاس پانچویں)

یہ بھی ایک درسی کتاب ہے، جو غالباً ویسٹ پاکستان ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور کے لئے لکھی گئی۔ کراؤن سائز کے ۱۳۴

صفحات پر مشتمل یہ کتاب اُردو اکیڈمی سندھ نے ۱۹۶۹ء میں شائع کی[5]۔

۵۔ ہفت زبانی لغت

یہ کتاب سات زبانوں کی ایک جامع لغت ہے۔ بنیاد اُردو زبان میں رکھی گئی ہے۔ یہ ضخیم لغت پاکستان میں قومی یکجہتی بڑھانے کی امنگ اور ارادے کے تحت جناب اشفاق احمد، محمد اکرام چغتائی اور فضل قادر فضلی کی نگرانی میں مُرتب ہوا۔ اس کے علاوہ جدا جدا مقامی زبانوں کے لئے الگ الگ ماہرین، مصنفین اور اسکالرز منتخب کیے گئے۔ سندھی زبان کی لغت کے لئے جناب پیر حسام الدین راشدی کی رہبری میں ایک کمیٹی بنائی گئی، جس نے اس جامع لغت کے لئے سندھی لفظ/الفاظ کا ذخیرہ جمع کیا۔ راشدی صاحب کے علاوہ جناب نیاز حسین ہمایونی اور محمد انور بلوچ نے، اُردو پر مدار رکھنے والی اس ہفت زبانی لغت کے لئے، سندھی زبان کا مواد جمع کیا۔ اس لغت کے ہر صفحے پر سات کالم ہیں۔ ابتدا میں اُردو کا لفظ اور پھر بنگلہ، بلوچی، پشتو، پنجابی، سندھی اور کشمیری زبانوں کے مترادف لفظ دیے گئے ہیں۔ اختتام پر پاکستانی کی دیسی زبانوں کے بارے میں مختصر تعارف بھی پیش کیا گیا ہے۔ *ہفت زبانی لغت* نامی یہ کتاب مرکزی اردو بورڈ لاہور نے ۱۹۷۴ء میں پہلی مرتبہ شائع کی اور اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۸ء میں منظر عام پر آیا۔ اس وقت مشرقی پاکستان بنگلہ دیش میں تبدیل ہو چکا تھا، اور اشاعتی ادارہ بھی اصل نام کی تبدیلی کے بعد اُردو سائنس بورڈ بن چکا تھا۔

۶۔ طبقاتِ ناصری

برصغیر میں جو تاریخی کتب لکھی گئیں، طبقاتِ ناصری ان میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ یہ کتاب منہاج سراج نے سن ۶۵۸ھ/۱۲۶۰ء میں لکھی۔ چونکہ یہ کتاب سلطان ناصر الدین (م ۱۲۶۶ء) کے دور میں لکھی گئی، اس لئے اس کے نام کی نسبت سے *طبقاتِ ناصری* کہلائی۔ کتاب میں کل ۲۳ طبقات ہیں۔ ابتدائی ۱۰ طبقات عمومی تاریخ پر مشتمل ہیں جبکہ باقی ۱۳ طبقات موجودہ افغانستان اور برصغیر کی تاریخ سے متعلق ہیں۔ اس پس منظر میں یہ مواد ہمارے لئے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ منہاج سراج ہندوستان میں نو وارد تھے۔ اُچ، دلی اور گولیار میں اہم عہدوں پر فائز رہے۔ مصنف نے اکثر مواد مستند اور معتبر کتابی ذرائع اور مآخذ سے حاصل کیا۔ کہیں کہیں زبانی روایات پر بھی بھروسہ کیا ہے۔ اس تاریخی کتاب کو اولاً افغان دانشمند عبدالحی حبیبی نے مرتب کر کے اس کی پہلی جلد کوئٹہ سے ۱۹۴۹ء میں اور دوسری جلد لاہور سے ۱۹۵۴ء میں شائع کی۔ کتاب کا دوسرا ایڈیشن بعد میں کابل سے ترتیب ۱۹۶۴ء اور ۱۹۶۵ء میں شائع ہوا۔

عبدالحیٔ حبیبی کے ایڈیشن کو سامنے رکھتے ہوئے مشہور محقق اور اسکالر مولانا غلام رسول مہر نے *طبقاتِ ناصری* کا اُردو ترجمہ کیا جو دو جلدوں میں مرکزی اُردو بورڈ لاہور کی طرف سے ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا۔ غلام رسول مہر اور راشدی برادران کا تعلق، علمی اور ادبی دنیا میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ *طبقاتِ ناصری* کا ترجمہ تو غلام رسول مہر نے کیا، جو ۱۹۷۱ء میں وفات پا گئے۔ لیکن کام کی طباعت اور تکمیل سندھ کے نامور اسکالر سید حسام الدین راشدی صاحب کی نگرانی میں ہوئی۔ راشدی مرحوم نے علم اور

تاریخ کے جدید تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے، اس کتاب کا اُردو ترجمہ ہر لحاظ سے مکمل کرنے کی کوشش کی۔اس پر حواشی لکھے اور نظر ثانی کی۔علمی دنیا میں اس کتاب کے اُردو ترجمہ کو ہر لحاظ سے سراہا گیا۔راشدی صاحب کی طرف سے *طبقاتِ ناصری* میں از حد دلچسپی لینے کا ایک خاص پس منظر ہے۔علم تاریخ سے عشق، جیبی افغانی جس نے اصل فارسی کتاب ایڈٹ کی، اور غلام رسول مہر جنہوں نے اس کا اُردو ترجمہ تیار کیا، پیر صاحب کے نہایت قریبی دوست تھے۔اس لئے اس کتاب کی طباعت اور تکمیل میں، راشدی صاحب نے بھر پور کردار ادا کیا۔مترجم غلام رسول مہر نے، منہاج سراج اور کتاب کے بارے میں جیبی کا لکھا ہوا مقدمہ شاملِ ترجمہ نہیں کیا تھا۔راشدی صاحب نے علمی تقاضوں کو پورا کرنے اور دوستی کا حق ادا کرنے کے پیشِ نظر، دوسری جلد کے آخر میں آقائی جیبی کا مقدمہ بھی ترجمہ کروا کے شاملِ اشاعت کیا۔مقدمہ کے ترجمے کا کام مولانا اعجاز الحق قدوسی اور ڈاکٹر محمد ایوب قادری صاحب نے کیا، جو بھی راشدی صاحب کے گہرے دوست تھے۔

سندھی زبان کی بنیادی لغت

یہ ایک مختصر لغت ہے۔بلکہ اس میں ایک سے زیادہ چھوٹی چھوٹی ڈکشنریاں موجود ہیں۔کتاب کی تیاری کے متعلق غلام ربانی آگرہ لکھتے ہیں کہ:

> مئی ۱۹۷۲ء میں، حکومت پاکستان کی وزارت تعلیم نے سندھی ادبی بورڈ کو لکھ بھیجا کہ سندھی زبان کے زیادہ سے زیادہ استعمال ہونے والے بنیادی الفاظ کی تین فہرستیں تیار کروا کے بھیجی جائیں۔ایک فہرست قریباً ۵۰۰ الفاظ کی بنیادی تعلیم کیلئے، دوسری فہرست تقریباً ۱۰۰۰ الفاظ کی ہر خاص گروہ مثال کے طور پر کسانوں، عورتوں، کارخانہ جات کے مزدوروں وغیرہ کی کاروباری ضروریات کیلئے، اور تیسری فہرست قریباً ۱۰۰۰ الفاظ کی، سماجی اور ثقافتی مقاصد کو پورا کرنے کے لئے ٦۔

اس کام کی تکمیل کے لئے ۱۴ علماء اور ادیبوں کی ایک میٹنگ ۱۴۔۱۵ جون ۱۹۷۲ء میں سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ میں منعقد ہوئی جس میں اس کام کے طریقہ کار اور تکمیل کے متعلق اہم فیصلے کئے گئے۔جب یہ کام مکمل ہو گیا، تو تینوں لغات کو ملا کر ایک کتاب *سندھی زبان کی بنیادی لغت* کے نام سے تیار کی گئی۔کتاب کا پیش لفظ مشترکہ طور پر تیار کیا گیا، جس میں پانچ علماء کے نام نمایاں ہیں، سیّد حسام الدین راشدی، غلام مصطفیٰ قاسمی، ڈاکٹر غلام علی الانا، محمد صالح شاہ بخاری اور محمد ابراہیم جویو۔ان ناموں میں سرفہرست نام راشدی صاحب کا ہے، جن کی نگرانی اور سرپرستی میں کام مکمل ہوا۔یہ کتاب سندھی ادبی بورڈ نے وزارتِ تعلیم حکومت پاکستان کی طرف سے سال ۱۹۷٦ء میں شائع کی۔کتاب کی شروع میں سندھی گرامر پر ایک نوٹ بھی شامل کیا گیا ہے۔یہ کتاب اب تک کئی دفعہ شائع ہو چکی ہے۔

تذکرۃ الشعراء

سیّد حسام الدین راشدی جن اداروں کے بانی تھے، ان میں کراچی یونیورسٹی میں قائم انسٹی ٹیوٹ آف سینٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز کا نام خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔راشدی صاحب نے نہ صرف اداروں کو وجود بخشنے میں کوششیں کیں، بلکہ

اسکالرز کا تعاون حاصل کرنے اور ان سے کتابیں لکھوانے کے لئے بھی زیادہ سے زیادہ جتن کئے۔ اس ضمن میں تاجکستان کے اسکالر پروفیسر عبدالغنی میرزایوف خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر ریاض الاسلام صاحب سے روایت ہے کہ عبدالغنی میرزایوف، راشدی صاحب کے خاص دوستوں میں شامل تھے۔ یہی سبب ہے کہ میرزایوف نے دو کتابیں مرتب کرکے، اشاعت کے لئے انسٹی ٹیوٹ آف سینٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز کے حوالے کیں۔ مطربی سمرقندی اور اس کے علمی شہپارے دریافت کرنے کا بنیادی کریڈٹ میرزایوف ہی کو جاتا ہے۔ مطربی، جہانگیر کے دور میں ۱۰۳۵ھ میں براستہ خیبر پشاور اور پھر لاہور پہنچا، کچھ وقت پہلے اپنا مکمل کردہ، تذکرۃ شعراء بھی وہ جہانگیر کو پیش کرنے کے لئے اپنے ساتھ لیتا آیا۔ جمادی الثانی ۱۰۳۶ھ میں لاہور میں بادشاہ کی خدمت میں پہلی مرتبہ حاضر ہوا۔ بادشاہ سے اپنی بعد کی ۲۴ ملاقاتوں کا ذکر اُس نے جداگانہ کتاب میں درج کیا۔ جہانگیر سے اجازت لے کر مطربی ۱۰۳۷ھ میں سمرقند پہنچا۔ اس وقت وہ عمر کے ۷۱ ویں سال میں داخل ہو چکا تھا۔

تذکرۃ الشعراء کی حقیقت یہ ہے کہ، جہانگیر نے ایام شہزادگی میں شعراء کا ایک مختصر تذکرہ تیار کیا تھا۔ جب مطربی سمرقندی نے بادشاہ سے مل کر اپنا لکھا ہوا تذکرہ پیش کیا تو جہانگیر نے اسے اپنی کاوش بھی دکھائی اور چاہا اس کو مطربی اپنے تذکرہ میں شامل کرلے۔ ہمارا موضوعِ سخن یہاں جہانگیر سے منسوب یہی تذکرہ ہے۔ جس کو پروفیسر عبدالغنی میرزایوف نے ایڈٹ کیا اور مقدمہ لکھ کر، انسٹی ٹیوٹ آف سنٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز کو طباعت کے لئے پیش کیا۔ اس سے پہلے کہ کتاب شائع ہو، ادارے نے مسودہ راشدی صاحب کے حوالے کیا۔ راشدی صاحب نے توضیحات واستدراکات کی صورت میں متعلقہ عنوانات پر بھرپور تعلیقات لکھے اور آخر میں حرفے چند، عنوان پیش لفظ بھی لکھا۔ اس طرح یہ مختصر تذکرہ کسی قدر جامع صورت اختیار کرگیا۔ راشدی صاحب کی علمی تعلیقات اور بامقصد مقدمہ کے ساتھ، شہنشاہ جہانگیر کا یہ تذکرہ انسٹی ٹیوٹ آف سینٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز نے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا۔ اس کے متعلق راشدی صاحب لکھتے ہیں کہ کتاب حاضر *تذکرۃ الشعراء جہانگیر* جناب پروفیسر عبدالغنی میرزایوف جو تاجکستان شوروی کے معروف محقق اور نویسندہ ہیں، نے دریافت کی ہے اور اس کی تصحیح کرکے مقدمہ لکھ کر ہمارے *موسسہ تحقیقات علوم آسیای میانہ وغربی* کو چھاپنے کے لئے دے کر ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ جس کے لئے ادارہ ان کا بیحد شکر گزار ہے اور ان کے اس اقدام کو انسٹی ٹیوٹ خاور شناسی اکادمی علوم تاجکستان اور اپنے درمیان دائمی ہمکاری اور آئندہ کی علمی ہمدستی اور دوستی کی خشتِ اول سمجھتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ رابطہ آنے والے ایام میں زیادہ مستحکم سے مستحکم تر ہوتا جائیگا[7]۔

اسی ادارہ نے مطربی اور شہنشاہ جہانگیر کے درمیان ملاقاتوں پر مبنی تذکرہ ''خاطراتِ مطربی'' سال ۱۹۷۷ء میں شائع کیا۔ یہ تذکرہ بھی میرزایوف نے ایڈٹ کیا اور راشدی صاحب کے پیش لفظ کے ساتھ شائع ہوا۔ دوسری کتاب کی اشاعت سے پہلے پروفیسر عبدالغنی ۱۶ اگست ۱۹۷۷ء کو وفات پا چکے تھے، جس کا ذکر پیر صاحب کے پیش لفظ میں: انتہائی دکھ کے ساتھ کیا گیا ہے[8]۔ پروفیسر میرزایوف اور راشدی صاحب نے علمی دنیا میں مطربی سمرقندی کو متعارف کروایا۔ بعد میں ایران میں مطربی

پر اور کام بھی ہوا۔ اس کے علاوہ امریکی اسکالر رچرڈ سی فولٹز نے *مخاطراتِ مطربی* کو انگریزی ترجمہ کی صورت میں شائع کروایا۔ رچرڈ کی ایک کتاب *مغل ایمپائر اینڈ سینٹرل ایشیا* آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے ۱۹۹۸ء میں شائع کی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ *رسالہ مہران* نمبر۲، سال ۱۹۹۷ء ع، ص ص ۵۷۔۶۲۔

۲۔ *توزکِ جہانگیری* فارسی کو سر سیّد احمد خان نے، سب سے پہلے ۱۸۶۴ء میں شائع کیا۔ راجرس اور بیورتج نے انگریزی ترجمہ ۱۹۰۹ء اور ۱۹۱۴ء میں، دو جلدوں میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن سے شائع کروایا۔ مولوی سید احمد علی رام پوری کا اُردو ترجمہ نظامی پریس کانپور سے ۱۳۹۱ھ میں شائع ہوا۔ یہ ترجمہ جمیل الدین احمد کی نظر ثانی سے، غالباً ۱۹۶۶ء میں، سنگِ میل پبلیکیشنز لاہور نے طبع کیا۔ *توزکِ جہانگیری* کا ایک اور ترجمہ بکوشش، سلیم واحد سلیم، مجلسِ ترقی ادب لاہور نے ۱۹۶۰ء میں شائع کیا۔

۳۔ *توزکِ جہانگیری*، مترجم، اعجاز الحق قدوسی، مجلسِ ترقی ادب، لاہور، جلد اول، ۱۹۶۸ء، مقدمہ، ص ۵۔

۴۔ *شائع شدہ سندھی کتابوں کی ببلیوگرافی (سندھی)*، سندھیالوجی، سندھ یونیورسٹی، جام شورو، ۱۹۷۶ء، ص ۸۷۔

۵۔ ایضاً، ص ۸۷۔

۶۔ *سندھی زبان کی بنیادی لغت*، سندھی ادبی بورڈ، حیدر آباد، ۱۹۸۲ء، پیش لفظ، ص ا۔

۷۔ *تذکرۃ الشعراء*، حرفے چند، موسسہ تحقیقات آسیای میانہ وغربی، دانشگاہ کراچی، ۱۹۷۶ء، ص ۴۳۔

۸۔ میرزا ایوف عبدالغنی نے ''سندھ اور ماوراء النہر کے علمی تعلقات'' کے موضوع پر ایک انگریزی مقالہ لکھا، یہ مقالہ سیّد غلام مصطفیٰ شاہ نے اپنے موقر جریدے Sindh Quarterly ۱۹۷۳ء، نمبر ۳ میں شائع کیا۔ راقم نے اس کا سندھی ترجمہ *مہران*، ۱۹۹۹ء شمارہ نمبر ۳، میں شائع کیا۔ میرزا ایوف نے راشدی صاحب پر بھی فارسی زبان میں کچھ مضامین لکھے۔